تفسیر القرآن بالاسرائیلیات میں "فیضان الرحمان فی تفسیر القرآن" کا منہج واسلوب کے تجزیاتی مطالعہ

Analytical study of the methodology and style of "Faydhan al-Rahman fi Tafsir al-Quran" in the interpretation of the Quran with Israelite narratives

Mazahir Ali
M.phil Scholar, Institute of Islamic Studies and Shariah, Muslim Youth University Islamabad:
mazahir042@gmail.com

Sajid Ali
PhD Rescuer Scholar, Institute of Islamic Studies and Shariah, Muslim Youth University Islamabad:
sajidalimalik7865@gmail.com

Abstract:
This article explores the method and style of interpreting the Quran in light of Israeli narratives, focusing on the commentary "Feizan al-Rahman fi Tafsir al-Quran." Beginning with a brief introduction to the commentator, the interpretation, and Israeli narratives, the views of commentators on the interpretation of the Quran through Israeli perspectives are presented. In "Feizan al-Rahman," the commentator adopts four approaches to interpret through Israeli narratives: affirmation of Israeli accounts, meaning confirming Israeli narratives through the Quran; criticism of Israeli narratives through the Quran; mentioning Israeli narratives in the context of the revelation's circumstances; and validating recent Israeli research through the Quran. The article strives to present various evidence while discussing these four categories.
Keywords: *Quran, Tafseer, Israelite narratives, method , style*

مقدمہ

قرآن مجید عربی زبان میں نازل ہوا اس کا شارح اول خود رسول گرامی قدر خاتم النبین عالی مرتبت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہیں، اس بات کی تصریح خود قرآن نے کی ہے وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ[1] "اور ہم نے آپ پر ذکر یعنی قرآن مجید نازل کیا تا کہ آپ لوگوں کو بیان کریں جو کچھ ان کی جانب بھیجا گیا ہے۔ اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ رسول اسلامؐ قرآن پاک کے مفسر اول ہیں۔ آپؐ کے بعد اہل بیت نبوت علیہم السلام اور اصحاب کرام رضوان اللہ تعالی عنھم نے قرآن مجید کی تفسیر فرمائی، یوں یہ سلسلہ آج تک جاری وساری ہے اور تا قیام قیامت رہے گا۔ جس طرح کسی بھی کتاب کی شرح وتوضیح کے لئے اس کے موضوع سے متعلق کتابوں کا سہارا لیا جاتا ہے، اسی طرح قرآن کی تفسیر میں بھی جہاں خود قرآن، احادیث، لغت عربی کا سہارا لیا جاتا ہے وہیں پر کتب سماوی جیسے تورات وانجیل اور دیگر اسرائیلی واقعات کو بھی قرآن کی تفسیر میں نقل کیا جاتا ہے مقالہ ھذا میں ہمدور حاضر میں لکھی گئی تفسیر "فیضان الرحمان فی تفسیر القرآن" میں مفسر نے اسرائیلیات کی تفسیر میں کیا منہج و اسلوب اپنایا ہے اور کس طرح تفسیر کیا ہے کے بارے میں ایک تجزیاتی و تحقیقی مطالعہ کر کے حد المقدور کوشش کریں گے کہ منہج واسلوب کو واضح کرنے کی کوشش کریں گے۔ اس موضوع پر اب تک کسی نے کوئی مقالہ تحریر نہیں کیا ہے۔

مفسر اور تفسیر کا تعارف

علامہ محمد حسین نجفی صاحب کا تولد 1932ء میں وطن عزیز کا ایک دیہات "جہانیاں شاہ ، ضلع ساہیوال، تحصیل ساہیوال جھنگ سرگھودھا روڑ پر واقع ہے میں ہوا ۔ آپ کا والد گرامی کا نام رانا تاج الدین ہے، جو نہایت متدین

[1] القرآن16: 44

شخصیت تھے۔ سن 1944ء میں فوت ہو گیا۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام سردار بی بی بنت رانا محمد امیر ڈھکو ہے جو کہ 1966ء میں وفات ہوئی[2]۔

آپ نے ریاستی تعلیمی ادارے سے ثانوی تعلیم پائیہ تکمیل کو پہنچایا[3]۔ سن 1946ء میں بنیادی علوم دین کے حصول کے لئے مدرسہ محمدیہ سرگودھا میں داخلہ لیا۔ آپ نے پاکستان میں سطحیات جس میں زیادہ تر عربی ادبیات پڑھائی جاتی ہیں مکمل کرلی اور پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کا امتحان نمایاں نمبروں سے پاس کر لیا[4]۔ آپ مدرسہ محمدیہ سے صرف ونحو، معانی وبیان، ادب، منطق اور فلسفہ کی بنیادی تعلیم مکمل کرنے کے بعد فقہ واصول فقہ اور علم بلاغت پڑھ رہے تھے کہ اساتذہ کی اصرار پر آپ نے نجف کا عزم کیا اور 22 سال کی عمر میں سن 1954 میں علم کی پیاس بجھانے کی خاطر نجف اشرف چلے گئے۔[5] مختصر مدت میں آپ نے نجف اشرف میں شیعہ مدارس میں رائج درسی کتب رسائل، مکاسب اور کفایہ وغیرہ مکمل کرنے کے بعد اصول وفقہ کے دروس خارج میں حصہ لیا[6]۔

علامہ محمد حسین نجفی کی خدمات

آپ نے مختلف قومی وملی جیسے، تدریسی، تالیفی، تبلیغی، سیاسی وسماجی سمیت اتحاد بین المسلمین کے لئے خدمات انجام دئے ہیں۔ چنانچہ آپ نے مدرسہ محمدیہ سرگودھا میں گیارہ سال تک احساس وذمہ داری کے ساتھ درس وتدریس

---

2 اعوان، ڈاکٹر ملک افتخار حسین، عہد ساز شخصیت، تاریخ ساز کارنامے، ادارہ دقائق اسلام سرگودہا، ط، اول، س ن، ندارد، ص12۔

3 ملک، محمد حسین، مصلح بصیر، موسسۃ تعلیمات محمد وآل محمدؐ قم، ایران، ط، اول، 1390ھ ش، ص21،20۔

4 نقوی، سید عارف حسین، تذکرہ علماء امامیہ پاکستان، مرکز تحقیقات فارسی ایران، وپاکستان، اسلام آباد 1404ھ، ص319۔

5 نقوی، سید عارف حسین، تذکرہ علماء امامیہ پاکستان، مرکز تحقیقات فارسی ایران، وپاکستان، اسلام آباد 1404ھ۔ ص319۔

6 ڈوگر، علامہ صفدر، علامہ محمد حسین ڈھکو سے ایک سو پچاس سوال، ناشر مکتبۃ السبطین، بی /296//9 سٹلائٹ ٹاون سرگودھا، س ن، ندارد۔ ص13۔

سمیت سخت گیری کے ساتھ انتظامی امور کو بطریق احسن چلایا[7]۔ پھر آپ نے سن 1978 میں مدرسہ سلطان المدارس اسلامیہ کو تیار کر کے میں درس و تدریس شروع کرایا لیکن آپ اس مدرسہ میں بطور مدرس خدمات انجام نہ دے سکے باوجود اس کے مدرسہ کی مدیریت کر کرتے رہے[8]۔

محمد حسین نجفی صاحب کا شمار دور حاضر کے شیعہ فقہاء، متکلمین اور محققین میں ہوتا ہے۔ آپ نے مختلف موضوعات پر قلم اٹھا کر موضوع کا حق ادا کر دیا ہے، آپ کی بعض کتب کے بارے میں یہ جملہ کہنا غلط نہیں ہو گا کہ یہ کتب اپنی مثال آپ ہیں۔ دور حاضر کے کثیر الکتب اور تحقیقی کتب لکھنے والے علماء میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ موصوف کی کتابیں جس قدر جامع اور حسن ادب کے فن پارے ہیں اس طرح کی کتابیں بہت ہی کم مولفین کی ہیں۔ آپ کی تفسیر سمیت کتابوں کی تعداد 40 سے زیادہ ہے[9]۔

تفسیر کا تعارف

فیضان الرحمان فی تفسیر القرآن دور حاضر میں لکھی گئی بیش بہا علمی تفسیر ہے جس میں قرآن حکیم کے مختلف علوم وفنون اور معارف وحقائق کو کشف کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

---

7 اعوان، ڈاکٹر ملک افتخار حسین، عہد ساز شخصیت، ص36

8 اعوان، مولانا طاہر عباس، مرد علم میدان عمل میں، جامعہ ولی العصر، ہاوسنگ کالونی لیہ، پاکستان، 1426۔ ص 181

9 علی خان، تفسیر تفہیم القرآن اور تفسیر فیضان الرحمان فی تفسیر القرآن کے کلامی مباحث (الھیات) کا تقابلی جائزہ، ڈاکٹر سمیع الرحمان، مقالہ ایم فل علوم اسلامی، الحمد اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد 2023۔ ص20۔

مفسر نے قرآن کریم کی تفسیر کی ابتدا بھی ۱۵ رمضان المبارک ۱۴۱۲ ہجری بمطابق ۱۵ فروری ۱۹۹۷ کو کیا۔ حمد سمیت سورہ بقرہ کی کچھ آیات کی تفسیر کے بعد دو سال چھے مہینے بیچ میں چند ناگریز وجوہات کی بناپر تفسیر کا سلسلہ رک گیا پھر ے اکتوبر ۱۹۹۹ سے دوبارہ تفسیر لکھنا شروع کیا۔[10]

بالآخر ۲۹ ذی الحجہ 1422 ھجری بمطابق ۲۱ فروری ۲۰۰۴ رات کے ۷ بجے مکمل کر لیا۔[11]

تفسیر ھذا کو مفسر نے دن رات کی انتھک کوششوں سے کم و بیش چار سال پانچ ماہ ۲۴ دنوں میں پایہ تکمیل کو پہنچایا ہے۔

تفسیر ھذا ایک جامع اجتہادی تفسیر ہے جس میں مفسر نے قرآن مجید کی تفسیر خود قرآن اور اسلامی علوم سے کرتے ہوئے قرآن کے مطالب کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔

یہ تفسیر دس جلدوں پر مشتمل ہے جس میں قرآن مجید کی مکمل تفسیر سورہ حمد سے سورہ ناس تک ہے۔ مفسر کئی کتابوں کا مصنف، موحشی اور مترجم ہیں، تفسیر میں مفسر کی کئی تحقیقی کتب کا نچوڑ بھی شامل ہے۔ اگر ہم تفسیر کی زبان پہ بات کریں تو یہ تفسیر نہایت سلیس اردو زبان میں لکھی گئی ہے زبان کی سلاست اور حلاوۃ کی وجہ سے قاری تفسیر کا مطالعہ کرتے ہوئے تھکن محسوس نہیں کرتا ہے مقتضٰی حال کے مطابق مفسر نے اردو، فارسی، اور عربی اشعار بھی تفسیر کے دوران لایا ہے تاہم اکثر مقامات پر صرف ذکر کرنے پر اکتفاء کیا ہے جس کی وجہ سے قاری شعر کو سمجھنے کیلئے مضطرب و بے چین ہو جاتا ہے۔

---

10 نجفی، علامہ محمد حسین ، فیضان الرحمٰن فی تفسیرالقرآن ، ناشر،مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور۔2015ء۔ ج۱۰،ص ۵۹۲۔

11 نفس مصدر ،ج1ص27۔

تفسیر کے ابتداء میں بیس مقدمات مفسر نے لکھے ہیں جن میں انتہائی اختصار کے ساتھ علوم القرآن کے متعلق اہم اہم ابحاث کا احاطہ کیا ہے۔ اس کے علاوہ قرآن کی جامعیت اور عقیدہ و عمل کا لازم و ملزوم ہونے پر نہایت دلچسپ تبصرہ کیا ہے علاوہ ازاین تفسیر قرآن کا طریقہ تفسیر بالرائی، علم قرائت اور قرآن کے حوالے سے اہم معلومات بھی مفسر نے ان مقدمات میں مطرح کئے ہیں[12]۔

اسرائیلیات کا لغوی معنی

اسرائیل دو لفظوں کا مرکب ہے "اسراء اور ائیل" اور یہ عبرانی زبان کے الفاظ ہیں" اسراء "کا معنی عبد اور قوت ہے اور "ائیل" کا معنی "الله "ہے۔ لہذا اسرائیل کا معنی عبد اللہ یعنی اللہ کا بندہ ہے یا "قوة الله" اللہ کی طاقت کے ہیں۔ اور یہ حضرت یعقوبؑ کا لقب ہے[13]۔

اسرائیلیات کی اصطلاحی تعریف

و هی قصة او اسطورة تُروی عن مصدر اسرائیلی،سواء ا کان عن کتاب او شخص تنتهی الیه سلسلة اسناد القصة[14]۔

وہ قصہ یا عبارت جسے کسی اسرائیلی مصدر سے روایت کیا گیا ہو چاہئے وہ کسی کتاب سے یا شخص سے جس پر اس قصہ کے اسناد ختم ہوتے ہوں۔

اسرائیلیات کا مفہوم

اسرائیلیات سے ظاہر ایہودیوں کی روایات اور دینی ثقافت سمجھ میں آجاتی ہے لیکن جب تفسیر میں اسرائیلیات کی اصطلاح استعمال کیا جاتا ہے تو اس سے مراد یہود و نصاری دونوں کی دینی ثقافت اور روایات ہیں جو تفسیر میں لئے جاتے ہیں[15]۔

---

[12] نجفی، علامه محمد حسین ، فیضان الرحمان فی تفسیرالقرآن،ج۱،ص10۔100۔

13 نجفی، علامه محمد حسین ، فیضان الرحمان فی تفسیرالقرآن،ج۱ ص ۲۰۱۔

14 معرفت، علامه محمد هادی،التمهید فی علوم القرآ ن، دار التعارف للمطبوعات ، 1432،ص78۔

تفسیر میں لی جانے والی اسرائیلی روایات تین قسم کی ہیں[16]۔

ا۔ جو اسرائیلی روایت لی جارہی ہو اس کی تصدیق قرآن یا سنت سے ہو جاتا ہو تو یہ قابل قبول ہے۔

۲۔ اسرائلی روایت کی تکذیب قرآن و سنت سے ہو رہا ہو تو اس قسم کی اسرایلیات بلکل بھی قابل قبول نہیں ہوں گے۔

۳۔ اسرائیلی روایات میں سے بعض ایسی بھی ہیں جن کی نہ تو کتاب و سنت سے تصدیق ہوتی ہے اور نہ ہی تکذیب ایسی روایات کا کیا حکم ہے اس حوالے سے علماء کرام خاموش ہیں مگر ان کو ذکر کرنے سے ہمارا دین کو نہ تو فائدہ ہوتا ہے نہ نقصان لہذا انہیں ذکر کرنا جائز ہے۔

اسرائیلیات کے حوالے سے علامہ محمد ھادی معرفت[17] لکھتے ہیں کہ یہود و نصاریٰ سمیت دیگر تمام ادیان کی کتابوں کی جانب تفسیر میں رجوع کرنا جائز ہے بلکہ بسا اوقات کسی مطلب کی اثبات یا نفی کے لئے ان کی جانب رجوع کرنا لازمی ہے، مگر نقل روایت میں تعصب سے خالی تحقیق سے کام لینا چاہئے۔[18]

---

15 ذهبی، ڈاکٹر محمد حسین ،التفسیر والمفسرون ، مکتبة و هبة 14 شارع الجمهوریه عابدین القاهره،س ن ندارد، ج1، ص121۔

16 ابن کثیر حافظ عماد الدین ابو الفداء ، تفسیر ابن کثیر (مولانا محمد جوناگڑھی)ناشر، مکتبه القدسیه،س ن ندارد۔ ج۱، ص۲٦۔

17 محمد ھادی معرفت(1359۔1385ش) آپ قرآنیات میں ماہر تھے چنانچہ قرآنیات پر آپ نے 20 سے ذائد کتب تالیف فرمایا ہے، جن میں سے "التمہید فی علوم القرآن" جو کہ 10 جلدوں پر مشتمل ہے شہرت عام رکھتی ہے۔ صائب،عبد الحمید، معجم مورخی الشیعة،الامامیة،الذیدیة،الاسماعلیة،موسسة دائرة معارف الفقه الاسلامی۔1423ھ، ج2، ص501۔

18 معرفت، علامہ محمد ھادی، التمہید فی علوم القرآن، ج10، ص91۔

اسرائیلیات سے قرآن کی تفسیر کرنے کے حوالے سے شاہ ولی اللہؒ[19] لکھتے ہیں کہ تفسیر میں مفسرین کے مختلف گروہ ہیں ایک گروہ آیات قرآنی کے مناسب آیات احادیث مرفوعہ اور موقوفہ اقوال تابعین اور اسرائیلی اخبار سے قرآن کی تفسیر کرتے ہیں اور یہ محدثین کا طریقہ ہے۔[20]

تفسیر میں اسرائیلیات کے داخل ہونے کے اسباب

مفسرین نے اسرائیلیات کا تفسیر میں آنے کے درج ذیل اسباب ذکر کیے ہیں[21]۔

(1)قدیم مفسرین تفاسیر میں ہر قسم کی بات چاہیے وہ مقبول ہو یا مردود لکھ دیتے تھے۔(۲)عربوں میں تعلیم نہ ہونے کے برابر تھا اس لیے جب انہیں کسی چیز کو جاننا ہوتا تو اہل کتاب کی جانب رجوع کرتے تھے اور ان کی باتوں کو لیتے تھے اس وجہ سے ان کی روایات آئی(۳) اکثر اہل کتاب میں سے مسلمان ہونے والوں کے ذہنوں میں اسرائیلیات اسلام کے بعد بھی باقی رہے جس کی وجہ سے انہوں نے آیات کی تفسیر میں اسے بھی نقل کر دیا۔

ان تمام باتوں سے یہ چیز ثابت ہوتی ہے کہ تفسیر قرآن میں اسرائیلیات سے استفادہ کیا جاسکتا ہے تاہم اکثر کے نزدیک اسرائیلیات سے تفسیر کرنا جائز نہیں ہے لیکن درجہ بالا اقوال سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مفسرین میں سے جنہوں نے اسرائیلیات سے تفسیر کو جائز قرار دیا ہے ان کے نزدیک بھی اسرایلیات بذات خود تفسیر کرنے کی

19شاہ ولی اللہ محدث دھلوی (1703۔1176ء)مغلیہ دور سلطنت کے مشہور عالم دین گزرے ہیں۔ آپ فقیہ متکلم اور مفسر تھے آپ نے کئی کتب تالیف فرمایا جن میں قرآنیات کے موضوع پر آپ کی "الفوز الکبیر" مقبول ترین کتابوں میں سے ایک گنی جاتی ہے۔ پالن پوری، احمدسعید، رحمة الله اواسعه شرح حجة الله البالغه،زمزم پبلشرز کراچی،ج1،ص35۔

20 دهلوی ، شاه ولی الله ،الفوز العظیم شارح، (مولانا خورشید انور قاسمی) ،ناشر، قدیمی کتب خانه مقابل آدم باغ کراچی،س ن ندارد۔ص۳۱۷۔

21گروہ محققین، علوم القرآن عند المفسرین ج۳ ص ۴۰۳۔

صلاحیت نہیں رکھتی ہیں بلکہ قرآن و سنت کی تائید کی وجہ سے ان کو تفسیر میں لیا جاتا ہے یوں اصل حجت اور اعتبار قرآن و سنت ہے مگر اسرائیلیات ذیلی اور ثانوی حیثیت رکھتے ہیں ہم کہہ سکتے ہیں کہ اسرائیلیات سے تفسیر کرنے کو جو مفسرین جائز سمجھتے ہیں وہ بھی دراصل اسرائیلیات کو بماھو اسرائیلیات تفسیر میں نہیں لیتے ہیں بلکہ اسرائیلیات کو اسلامی تعلیمات کے سہارے لیتے ہیں یوں ان کے نزدیک بھی اسرائیلیات سے مستقل طور پر تفسیر کرنا درست نہیں ہے پس یہ بات واضح ہے کہ تمام علماء کے نزدیک مستقلا اسرائیلیات سے تفسیر کرنا جائز نہیں ہے۔

تفسیر فیضان الرحمان میں تفسیر القرآن بالاسرائیلیات کے مندرجہ ذیل چار اسلوب مفسر نے اختیار کیا ہے:

1: اسرائیلیات کی تصدیق، یعنی اسرائلی روایت کی تصدیق قرآن مجید سے۔

2: اسرائیلیات کی تردید قرآن مجید سے۔

3: شان نزول میں اسرائیلیات کا بیان۔

4: اسرائیلیات کی جدید تحقیقات کی قرآن سے تائید۔

قرآن سے اسرائیلیات کی تصدیق

قرآن مجید توارت و انجیل کی تصدیق کرنے والی کتاب ہے اس میں بہت سی باتیں جو ان صحف آسمانی میں موجود تھی کو اللہ نے بیان فرمایا ہے تاہم شومی قسمت کہ تورات و انجیل میں تحریف ہونے کی وجہ سے قرآن مجید اور ان کے مشترکہ آیات آج ہم تک نہیں پہنچ سکے۔ باوجود اس کے بھی بہت سی آیات و احکام اب بھی مشترک ہیں بعض کو تفسیر ھذا میں مفسر نے آیات قرآن کی تفسیر میں بیان کئے ہیں۔

1: الَّذينَ يَتَّبِعونَ الرَّسولَ النَّبِيَّ الأُمِّيَّ الَّذي يَجِدونَهُ مَكتوبًا عِندَهُم فِي التَّوراةِ وَالإِنجيلِ۔[22]
جو اس پیغمبر کی پیروی کریں گے جو نبی امی ہے جسے وہ اپنے ہاں تورات و انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔

آیت کی تفسیر میں مفسر لکھتے ہیں کہ حضرت محمدؐ کا ذکر تورات اور انجیل میں جابجا آیا ہے چنانچہ تورات میں ہے کہ

"میں ان کے لئے انہیں کے بھائیوں میں سے ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا"۔[23]

"اور جو کوئی میری ان باتوں کو جنکو وہ میرا نام لے کر کہے گا نہ سنے تو میں انکا حساب اس سے لوں گا"۔[24]

اسی طرح انجیل میں بھی رسول خداؐ کا ذکر خیر یوں آیا ہے کہ "کچھ لوگوں نے یوحنا سے پوچھا تو کون ہو کیا مسیح ہو تو اس نے انکار کیا کہ میں مسیح نہیں ہوں پھر انہوں نے پوچھا کہ کیا تو وہ نبی ہے اس نے جواب دیا نہیں۔[25]

"لیکن جب وہ مددگار آئے گا جس کو میں باپ کی طرف سے بھیجوں گا تو وہ میری گواہی دے گا"۔[26]

تورات اور انجیل کی مذکورہ آیات رسول خداؐ کی آمد کی نوید سناتی ہیں کیوں کہ حضرت عیسیٰؑ کے بعد تو کسی نبی نے آنا نہیں تھا یوحنا سے نبی ہونے کے بارے میں استفسار کہ کیا آپ وہیں نبی ہے جس کے بھیجنے کا وعدہ کیا گیا تھا، سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے بعد کسی نبی نے آنا تھا، پھر اس کے بعد والی آیت میں مددگار کی آمد کی خوشخبری دی گئی ہے چنانچہ حضرت محمدؐ کا ایک نام احمدؐ بھی ہیں جس کا معنی مددگار کے ہیں، اور تورات و انجیل میں آپؐ کو اسی نام

22: القرآن 7 : 156۔
23بائبل استثناء باب 18 :18
24بائبل، استثناء باب 18 : 19
25 بائبل یوحنا باب : 21 ، 22
26بائبل، یوحنا باب 15 : 26

سے مخاطب کیا گیا ہے، سب سے بڑی بات یہ کہ عہد عتیق کی آیت کے مطابق حضرت محمدؐ کو دیا ہوا کتاب اللہ کی ہے اور جو اس کی مخالفت کرے گا اسے دردناک سزا کی وعید سنائی ہے، چنانچہ یہ آیات حضرت محمدؐ کی آمد کی خبر دیتی ہیں ، جس طرح قرآن نے بھی سابقہ آیت میں ان آیات کی تصدیق کر دی ہے۔

2: وَلَمّا جاءَهُم كِتابٌ مِن عِندِ اللَّهِ مُصَدِّقٌ لِما مَعَهُم وَكانوا مِن قَبلُ يَستَفتِحونَ عَلَى الَّذينَ كَفَروا فَلَمّا جاءَهُم ما عَرَفوا كَفَروا بِهِ[27]۔

اور جب ان کے پاس اللہ کی جانب سے وہ کتاب آئی جو ان کے پاس والی کتاب کی تصدیق کرتی ہے باوجود یکہ اس کے آنے سے پہلے خود یہ لوگ کافروں کے خلاف اس کے ذریعہ سے فتح و ظفر طلب کیا کرتے تھے مگر وہ پہچانتے تھے تو اس کا انکار کر دیا۔

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے مفسر نے لکھا ہے کہ رسول اسلامؐ کی آمد سے قبل مدینہ میں موجود اہل کتاب اور مشرکین کے درمیان کوئی لڑائی جگڑا ہوتا تو وہ پیغمبر آخر الزمان کی برکت سے اپنی فتح و نصرت کی دعا کرتے تھے جنگ کے دوران بنی قریظہ اور نضیر کہتے تھے

"اللهم انا نستنصرک بحق النبی الامی الانصرتنا علیهم"[28]۔ اے اللہ ہم تجھ سے مدد مانگتے ہیں نبی امی کے وسیلے سے اے اللہ ہماری مدد فرما۔

اسی طرح جب ان یہودیوں سے کوئی لڑائی جھگڑا کرتا تو یہ کہتے تھے کہ ہمارا آخری نبی کی آمد قریب ہے جب وہ آئے گا تو تمہارے خلاف مدد کرے گا۔ جب رسول اللہؐ آیا تو کفار مدینہ ایمان لائے مگر اہل کتاب تعصب اور مفاد کی خاطر

27: القرآن،2 : 89

28القرطبی، ابوعبداللہ،الانصاری،محمد بن احمد ، تفسیر قرطبی،(ڈاکٹر محمد اکرام الحق یٰسین)،شریعہ اکیڈمی بین الاقوامی یونیورسٹی اسلام آباد،ط،اول 2004ء۔ج2ص100۔

انکار کرنے لگے تو اوس و خزرج سے مسلمان ہونے والے معاذ بن جبلؓ ،بشر بن ابو البراءؓ ،اور داود بن سلمہؓ وغیرہ نے یہودیوں پر نقد کرتے ہوئے کہ پہلے تم آخری نبی کے آنے کی خبر دیتے تھے اب اسے مانو کہا، تو بنی نضیر کے سلام بن مشکم نامی شخص نے بڑی بے شرمی سے کہا کہ یہ وہ نبی نہیں ہے جس کی آمد کی ہم خبر دیتے تھے[29]۔

ان کا یہ انکار رسول خداؐ کو نہ پہنچانے کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ حسد، عناد اور ذاتی مفادات کی وجہ سے تھا ورنہ یہ آپ کے نبی ہونے کو اپنے بیٹوں کی طرح پہچانتے تھے[30]۔

یہود و نصاری جو کہ رسول خداؐ کی بعثت سے قبل آپ کی آمد کی خوشخبری دیتے اور آپ کے وسیلہ سے دعا مانگتے تھے جب آ گئے تو مال و متاع اور منصب و سرداری کے ختم ہونے کے ڈر سے جانتے ہوئے کہ یہ وہیں شخصیت ہے جس کی آمد کے ہم دن گن رہے تھے انکاری بن گئے چنانچہ قرآن مجید کی یہ آیت ان کی عملی منافقت کی بہترین تصدیق و نمونہ پیش کر رہی ہے اور تاریخ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

3: ثُمَّ أَنتُم هٰؤُلاءِ تَقتُلونَ أَنفُسَكُم وَتُخرِجونَ فَريقًا مِنكُم مِن دِيارِهِم تَظاهَرونَ عَلَيهِم بِالإِثمِ وَالعُدوانِ وَإِن يَأتوكُم أُسارىٰ تُفادوهُم وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيكُم إِخراجُهُم ۚ أَفَتُؤمِنونَ بِبَعضِ الكِتابِ وَتَكفُرونَ بِبَعضٍ[31]۔

پھر تم ہی وہ ہو جو اپنوں کو قتل کرتے ہو۔ اور اپنے بھائی بندوں کے کچھ لوگوں کو ان کے وطن سے نکال بھی دیتے ہو اور ان کے خلاف گناہ اور ظلم و زیادتی کے ساتھ سازش کرتے ہو اور جھتے بندی کرتے ہو ان کے مخالفین کی مدد کرتے

29 نجفی، علامہ محمد حسین، فیضان الرحمان فی تفسیر القرآن، ج1ص265۔

30 نفس مصدر، ج1ص265۔

31: القرآن، 2: 85

ہو (پھر لطف یہ کہ) اگر وہیں لوگ دشمنوں کے ہاتھوں قید ہو کر تمہارے پاس آجائیں تو تم ہی فدیہ دے کر انہیں چھڑا لیتے ہو حالانکہ ان کا نکالنا تم پر حرام تھا کیا تم کتاب کے ایک حصے پر ایمان اور دوسرے حصے کے انکار کرتے ہو۔

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے نجفی صاحب لکھتے ہیں کہ توریت میں بنی اسرائیل کے لئے یہ حکم دیا گیا تھا کہ ایک دوسروں کو اسیر، گھروں سے جلال وطن اور قتل نہ کریں چنانچہ یہ حکم اب بھی عہد عتیق میں یوں لکھا ہوا ہے کہ:

"تو خون نہ کر"[32]

اسی طرح ایک دوسرے کے خلاف ساز باز کر کے نقصان پہنچانے سے بھی منع کیا ہوا ہے[33] انہوں نے اس میں سے صرف اسیر نہ کرنے کا حکم کو لے لیا باقی ترک کر دیا، وہ اس طرح کہ مدینہ اور اس کے گرد و نواح میں مشرکین کے دو قبیلے اوس و خزرج موجود تھے ان دونوں میں پرانی دشمنی تھی اور یہی پر بنی قریضہ اور بنی نظیر بھی آباد تھے بنی نظیر خزرج کا اور بنی قریظہ اوس کا حلیف تھا۔ جونہی اوس و خزرج میں جنگ چھڑتی بنی نظیر اور قریظہ اپنے حلیفوں کے ساتھ مل کر ایک دوسرے کو قتل کرتے اور انہیں ملک بدر کرتے تھے مگر یہودیوں میں سے کوئی مخالف فریق کے ہاتھوں اسیر ہو جائے تو فدیہ دے کر اسے رہا کر دیتے تھے اگر اس کی وجہ پوچھی جائے تو کہتے تھے کہ اسیر کو رہا کرنا تورات میں ہم پر واجب کیا گیا ہے۔ ان کا اس دوہرا عمل کا اللہ تعالیٰ نے مذمت فرمایا ہے[34]۔

اس آیت میں جہاں تورات مقدس کی آیات کی تصدیق کی گئی وہیں پر یہودیوں کے دینی احکامات کی پامالی کا بھی واضح ثبوت ملتا ہے کہ وہ اللہ کے احکام میں سے اپنے پسند کی باتوں پہ عمل پیرا ہوتے تھے۔ یہی کام ہر زمانے میں ہر قوم و

---

32 کلام مقدس، عہد نامہ عتیق، خروج:20:13۔

33 کلام مقدس، عہد نامہ عتیق، خروج:20:17

34 نجفی، علامہ محمد حسین ، فیضان الرحمٰن فی تفسیرالقرآن ،ج۱ ص ۲۵۹۔

ملت کرتی آئی ہے چنانچہ آج مسلمان جب کسی قسم کا مشترکہ مسئلہ آجائے تو اپنا اسلام کچھ حد تک تازہ کر کے اس کی مخالفت کرتے ہیں جبکہ بہت سے دینی احکام کو وہ روزمرہ کی زندگی میں پس پشت ڈال کر اس کی پرواہ تک نہیں کرتے ہیں، جس طرح یہ آیت یہود کی مذمت کرتی ہے بلکل ویسے ہی عملی منافقت کرنے والے مسلمانوں پر بھی منطبق آتی ہے کیونکہ قرآن کے احکام اشخاص وازمان کے ساتھ مختص نہیں ہیں بلکہ عموم رکھتی ہیں۔

4: وَما بَعضُهُم بِتابِعٍ قِبلَةَ بَعضٍ[35]
اور وہ خود بھی ایک دوسرے کے قبیلے کو نہ مانتے ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالی نے جہاں یہود و نصاری کی اسلام کو قبول نہ کرنے کی خبر دی ہے وہاں پر یہ بھی فرمایا ہے کہ یہ خود بھی آپس میں ایک قبیلہ کی جانب رخ کر کے عبادت بجا نہیں لاتے ہیں۔

چنانچہ یہودی صحرہ بیت المقدس کو اپنا قبلہ قرار دیتے ہیں جب کہ نصرانی بیت المقدس کا اس مکان شرقی کو قبلہ قرار دیتے ہیں جہاں حضرت عیسیٰ کی نفخ روح واقع ہوئی تھی[36]۔

قرآن نے جہاں پہ یہود و نصاری کا ایمان نہ لانے کی وضاحت کی وہاں پر خود ان کے درمیان پائے جانے والے اختلافات کو بیان کر کے تحویل قبلہ پر ان کے بے تکے سوالات کا جواب دیا کہ اسلام کا اپنا قبلہ الگ ہے۔ اگر تم سچے ہو تو دونوں کا قبلہ ایک کیوں نہیں ہے؟ لہذا جب یہ دونوں ایک قبلہ رخ نہیں ہو سکتے ہیں، تو ان سے کعبہ کی جانب رخ کی امید کیسے لگائی جاسکتی ہے۔

5: وَقَد أُخرِجنا مِن دِيارِنا وَأَبنائِنا[37]۔

35 القرآن،2: 145

36 نجفی، علامہ محمد حسین ، فیضان الرحمٰن فی تفسیرالقرآن ،ج١ ص٢٢٦

جب کہ ہمیں گھروں اور بال بچوں سے باہر نکال دیا گیا ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں مفسر فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل کی عہد شکنی اور عصیان کی وجہ سے ایک ظالم اور جابر حکمران ان پر مسلط کر دیا جس نے ان کے مردوں کو قتل کیا اور عورتوں کو قید کرنا شروع کیا اور ان کے گھروں پر قبضہ کر کے ان کو جلال وطن کیا تب یہ لوگ گھبرا کر اس وقت کے نبی جس کا نام بنابر مشہور شموئل ہے اور بائبل میں اسے سموئل لکھا ہے کی خدمت میں حاضر ہوئے[38]۔

آج بھی عہد نامہ عتیق میں حضرت شموئل کا تذکرہ کچھ اس طرح ملتا ہے کہ:

"اور اسکے بیٹا ہوا اور اس نے اس کا نام سموئیل رکھا کیونکہ وہ کہنے لگی میں نے اسے خداوند سے مانگ کر لایا ہے"[39] نام میں معمولی فرق کی وجہ شائد زبان کے فرق کی وجہ سے ہو کیونکہ بائبل کی زبان عبرانی ہے جبکہ اسلام کی زبان عربی ہے۔

6: الَّذينَ آتَيناهُمُ الكتابَ يَعرِفونَهُ كَما يَعرِفونَ أَبناءَهُم [40]

اور جن کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس رسول کو اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنی اولاد کو پہچانتے ہیں۔

مفسر اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے یوں رقم طراز ہے کہ تورات وانجیل میں رسول خداؐ کی علامات اور نشانات بیان ہوئے تھے ان میں سے ایک علامت آپ کا نبی ذوالقبلتین ہونا تھا۔

37: القرآن، 2 : 246

38 نجفی، علامہ محمد حسین ، فیضان الرحمٰن فی تفسیرالقرآن ج ۱ ص ۴۷۲۔

39کلام مقدس، عہد نامہ عتیق، سموئیل 1: باب:20:1۔

40: القرآن، 2 : 146

تحویل قبلہ کے بعد آپ کی صداقت اہل کتاب پر مزید آشکار ہو گیا باوجود اس کے بعض نے ذاتی مفادات اور ہٹ دہرمی کی وجہ سے آپ کو نہیں مانا جبکہ بعض دیگر نے آپ کے آثار و اخبار کو دیکھ کر ایمان لایا جیسے کعب الاحبّار، عبداللہ ابن سلامؓ وغیرہ نے چنانچہ جب عبداللہ بن سلامؓ سے اس آیت کے بارے میں پوچھا گیا تو کہنے لگا کہ میں نے جونہی حضرت محمدؐ کو دیکھا آپ کو فوراً پہچان لیا اور میری یہ پہچان اولاد کی پہچان سے اتم و اکمل ہے کیونکہ میں نے آسمانی بشارت اور علامات کی بنا پر آپؐ کی نبوت کو پہچان لیا تھا مگر بیٹے میں ہو سکتا ہے کہ ماں نے خیانت کی ہو۔[41]

یہود و نصاری رسول خداؐ کی انتظار میں دن گن رہے تھے آپؐ کے اوصاف و کمالات کے بارے میں خوب جانتے تھے، مگر جب آپؐ مبعوث ہوئے تو انہوں نے دنیاوی مال و متاع کی لالچ میں آکر آپ کو ماننے سے انکار کر دیا۔ قرآن کی اس آیت میں جہاں اللہ نے رسول خداؐ کی صدقت اور نبی برحق ہونے کو واضح کیا ہے وہیں پر اہل کتاب کو آپ کی معرفت کا حد بھی واضح کیا ہے اس آیت کی تصدیق کئی اہل کتاب سے مسلمان ہونے والے اصحاب نے کیا۔

7: وَأَنزَلَ التَّوراةَ وَالإِنجيلَ[42]۔ تورات و انجیل نازل کی۔

اس آیت کی تفسیر کرنے کے بعد مفسر نے تورات کا تعارف یوں پیش کیا ہے[43]۔

تورات عبرانی زبان کا لفظ ہے جس کا معنی "شریعت" کے ہے اہل کتاب کے نزدیک تورات اسفار خمسہ کا مجموعہ کو بولا جاتا ہے ،اسے عہد نامہ عتیق بھی کہا جاتا ہے[44]۔

---

41 نجفی، علامہ محمد حسین ، فیضان الرحمٰن فی تفسیرالقرآن ،ج۱ ص۲۲۷۔

42: القرآن،3 : 3

43 نجفی، علامہ محمد حسین ، فیضان الرحمٰن فی تفسیرالقرآن ،ج۱ ص ۵۴۴۔

44 نفس مصدر،ج۱ص ۵۴۴۔

ا۔سفر تکوین ۲۔سفر خروج ۳۔سفر تثنیہ ۴۔سفر الاولین ۵۔سفر عدد

یہ پانچ اسفار ہیں اور اس میں پنتالیس صحف موجود ہیں[45]۔

اسی طرح انجیل کے بارے میں مفسر فرماتے ہیں کہ انجیل یونانی زبان کا لفظ ہے اس کا معنی "بشارت" کے ہیں اور اناجیل کی تعداد چار ہیں :

ا۔انجیل متی ۲۔انجیل مرقص۔3:انجیل لوقا4:انجیل یوحنا۔

اناجیل اربعہ ۲۷ اسفار کا مجموعہ ہے اور اسے عہد نامہ جدید بھی کہا جاتا ہے اس کا تعلق حضرت عیسیٰؑ سے ہے[46]۔

انجیل اور تورات، مختلف صحف کا مجموعہ ہے عہد نامہ قدیم میں دنیا کی تخلیق سے حضرت عیسیٰؑ تک کے بنی اسرائیل کے واقعات اور احکام شرعی کا تذکرہ ہے جبکہ عہد جدید میں حضرت عیسیٰؑ کی تعلیمات کا بیان ہے۔

8: وَرَسُولًا إِلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ ۔47

اور اسے بنی اسرائیل کی طرف اپنا رسول بنائے گا۔

اس آیت کی تفسیر میں مفسر نے قرآن اور انجیل سے یہ بات ثابت کی ہے کہ حضرت عیسیٰ کو بنی اسرائیل کی جانب مبعوث کیا گیا تھا ان کی رسالت عالمین کے لئے نہیں تھی چنانچہ انجیل میں آیا ہے کہ:

"اس نے جواب میں کہا کہ میں اسرائیل کے گھرانے کو کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا"[48]۔

---

45 کلام مقدس، عہد نامہ عتیق وجدید، جوزف کورڈیرو آرچ بشپ۔ کراچی ڈایوسیس، ط، دہم، 2011۔ ص، د۔

46 کلام مقدس، عہد نامہ عتیق وجدید، ص'د۔

47 :القرآن، 3:39۔

انجیل مقدس کی یہ آیت بیّن دلیل ہے کہ حضرت عیسیٰؑ عالمین کے لئے نبی بنا کر مبعوث نہیں کیا گیا تھا اس سے رسول خداؐ کی نبوت کی حقانیت ثابت ہوتی ہے کہ حضرت عیسیٰؑ پر ختم نبوت نہیں ہوئی بلکہ آپ کے بعد رسول خداؐ کو خاتم الانبیاء بنا کر عالمین کے لئے بھیجا گیا، چنانچہ قرآن نے بھی اس کی تائید کی ہے۔

9: وَكَتَبنا عَلَيهِم فيها أَنَّ النَّفسَ بِالنَّفسِ وَالعَينَ بِالعَينِ وَالأَنفَ بِالأَنفِ وَالأُذُنَ بِالأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالجُروحَ قِصاصٌ۔[49]

اور ہم نے اس (تورات) میں ان (یہودیوں) پہ حکم لکھ دیا تھا کہ جان کا بدلہ جان ہے آنکھ کا بدلہ آنکھ ہے اور ناک کا بدلہ ناک ہے اور کان کا بدلہ کان ہے اور دانت کا بدلہ دانت ہے، اور ذخموں میں بھی برابر بدلہ۔

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے مفسر لکھتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہودیوں کیلئے بھی تورات میں قصاص کا حکم عین حکم اسلامی کے مطابق آیا تھا اور یہ حکم آج کا تحریف شدہ تورات میں بھی یوں موجود ہے[50] کہ:

"یعنی عضو توڑنے کے بدلے عضو توڑنا ہو، اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت جیسا عیب اس نے دوسرے آدمی میں پیدا کر دیا ہے ویسا ہی اس میں بھی کر دیا جائے"۔[51]

اسی طرح ایک اور جگہ یوں آیا ہے کہ:

"جان کا بدلہ جان، آنکھ کا بدلہ آنکھ دانت کا بدلہ دانت ہاتھ کا بدلہ ہاتھ اور پاوں کا بدلہ پاوں"[52]۔

48انجیل متی باب 35:15۔

49القرآن5 : 45

50 نجفی، علامہ محمد حسین ، فیضان الرحمٰن فی تفسیرالقرآن ، ج2 ص507۔

51کلام مقدس، عہدنامہ عتیق وجدید، احبار 24:21۔

قرآن مجید کا سابقہ صحف آسمانی کی مصدق ہونے کا اس سے بڑی دلیل اور کیا ہو سکتی ہے کہ رسول گرامی اسلامؐ نبوت سے قبل مشیت الٰہی کے مطابق پڑھنے لکھنے سے گریزاں تھے اور مکہ میں پلے بڑے جہاں مشرکین بیٹھتے تھے۔ اس کے باوجود جب قرآن لے آئے تو اس میں وہ باتیں بیان کی جو یہود و نصاریٰ کی کتابوں میں تا یوم پائی جاتی ہیں، جہاں اس آیت سے رسول خداؐ کی نبوت کی حقانیت واضح ہو جاتی ہے وہیں قرآن مجید کا عظیم معجزہ ہونے کے بھی ناقابل تردید ثبوت ملتے ہیں۔

10: وَقَفَّينا عَلىٰ آثارِهِم بِعيسَى ابنِ مَريَمَ مُصَدِّقًا لِما بَينَ يَدَيهِ مِنَ التَّوراةِ ۖ وَآتَيناهُ الإِنجيلَ فيهِ هُدًى وَنورٌ وَمُصَدِّقًا لِما بَينَ يَدَيهِ مِنَ التَّوراةِ۔[53]

ہم نے ان کے نقش قدم پر عیسیٰ کو بھیجا اپنے سے پہلے موجود کتاب یعنی تورات کی تصدیق کرنے والا بنا کر اور ہم نے ان کو انجیل عطا کی، جس میں ہدایت ہے اور نور بھی جو تصدیق کرنے والی تھی، اپنے سے پہلے موجود کتاب یعنی تورات کی۔

اس آیت کی مفسر نے یوں تفسیر کی ہے کہ جس طرح خود حضرت عیسیٰؑ سابقہ انبیاء کی تصدیق کرتے تھے اسی طرح انجیل بھی سابقہ انبیاء کی تصدیق کرتا تھا چنانچہ انجیل میں ہے کہ میں دیگر نبیوں کی تصدیق اور انجیل کی تعلیمات کی تکمیل کے لئے آیا ہوں[54]۔

حضرت عیسیٰؑ کا دیگر انبیاء کا مصدق ہونا اور انجیل کا تورات کا مصداق ہونے کا یہ لازمہ نہیں کہ وہ کوئی شریعت لے کر نہ آیا ہو اس لیے کہ نیا شریعت سابق شریعت کی تصدیق کرتا ہے اور ان میں موجود بہت سے احکام کی تجدید اور بعض

---

52 کلام مقدس، عہد نامہ عتیق وجدید، استثنا 19:21۔

53: القرآن 5 : 46

54 کلام مقدس، عہد نامہ عتیق وجدید انجیل متی باب 5 : 17

کو تنسیخ کرتا ہے، جیسے کہ ہمارا عقیدہ ہے کہ قرآن نے تورات وانجیل کی تصدیق کرتے ہوئے بہت سے احکام کی تجدید اور تنسیخ کیا ہے۔[55]

جس طرح حضرت عیسیٰؑ اپنے سے پہلے والے نبیوں کا تصدیق کرتے ہوئے نئی شریعت لے کر آیا تھا بلکل ویسے ہی حضور سرور کونینؐ بھی سابقہ انبیاء کی تصدیق کرتے ہوئے نیا شریعت لے کر آیا اور اس کے زریعے سے بعض احکام کو نسخ اور بعض کی تجدید کی مگر فرق یہ ہے کہ حضور سرور کونینؐ کے بعد کسی اور نبی نے نہیں آنا ہے کیونکہ آپ خاتم الانبیاء والمرسلین ہیں اور آپ کی شریعت تا قیام قیامت تک کے لئے ہے۔

اسرائیلیات کی تردید قرآن مجید سے

قرآن مجید نے جہاں بہت سی اسرائیلیات کی تصدیق فرمایا ہے بلکل ویسے ہی تردید بھی فرمایا ہے، اس کے بہت سے وجوہات ہوسکتے ہیں، جیسے کہ تورات وانجیل میں تحریف اور عقائد میں انحراف اور بہت سے خود ساختہ واقعات کو دینی رنگ میں ڈال کر اسے مسلمات بنانا وغیرہ۔ چنانچہ اسرئیلیات کے بیان میں مفسر کا ایک منہج یہ ہے کہ وہ قرآن کی آیات سے ان کی تردید کرتے ہیں۔

1- وَاتَّبَعوا ما تَتلُو الشَّياطينُ عَلىٰ مُلكِ سُلَيمانَ ۖ وَما كَفَرَ سُلَيمانُ وَلٰكِنَّ الشَّياطينَ كَفَروا يُعَلِّمونَ النّاسَ السِّحرَ[56]۔

55 نجفی، علامہ محمد حسین ، فیضان الرحمٰن فی تفسیرالقرآن ، ج 2 ص508۔
56:القرآن،2 : 102

اور (یہ لوگ) ان (بے بنیاد) چیزوں کی پیروی کرنے لگے جو شیطان سلیمان کے عہد سلطنت میں پڑھ کر سنایا کرتے تھے۔ حالانکہ سلیمان نے کبھی کفر نہیں کیا بلکہ ان شیطانوں نے کفر کیا جو لوگوں کو جادو کی تعلیم دیتے تھے۔

مفسر اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں تاریخ سے سحر و جادو کے دو مکاتب کا آج بھی پتہ ملتا ہے۔

ا۔ حضرت سلیمانؑ کے زمانے کی جانب منسوب جادو جس کا تعلق فلسطین سے ہے۔

۲۔ دوسرت بڑا مرکز موجودہ عراق تھا جسے بابل کہا جاتا تھا۔

چنانچہ عصر رسولؐ کے یہودی انحطاط و تنزل کے شکار ہو چکے تھے جس کی وجہ سے وہ جادو اور جنتر منتر کا سہارا لے رہے تھے اور اس کام کی نسبت حضرت سیلمانؑ کی جانب دیتے ہوئے کہتے تھے کہ نعوذ باللہ سلیمانؑ کی حکومت جادو سے چلتی تھی خدا کی جانب سے ملی ہوئی نہیں تھی۔

اہل کتاب ایک طرف حضرت سلیمانؑ کو نبی مانتے ہوئے دنیا جہاں کی ہر شیء پر ان کی حکومت کا ذکر کرتے ہیں اور دوسری طرف ان کو جادو گر کہتے ہوئے، نعوذ باللہ کفر کا تہمت لگاتے ہیں کہ حضرت سلیمانؑ نے عمر کے آخری حصے میں اپنی بیویوں کے بھکاوے میں آکر توحید چھوڑ کر باطل معبودوں کی پرستش شروع کی تھی، چنانچہ عہد عتیق میں ہے کہ:

"جب سلیمان بڈھا ہو گیا تو اسکی بیویوں نے اس کے دل کو غیر معبودوں کی طرف مائل کر لیا اور اسکا دل خداوند اپنے خدا کے ساتھ کامل نہ رہا جیسا اس کے باپ داود کا دل تھا"[57] "اور سلیمان نے خداوند کے آگے بدی کی اور اس نے خداوند کی پوری پیروی نہ کی جیسے اس کے باپ داود نے کی تھی"[58]

یہودیوں کا اس نظریہ کو قرآن نے یہ کہہ کر رد کیا کہ سلیمان نے کفر نہیں کیا بلکہ شیطانوں نے لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے یہ چال چلی کہ سحر و جادو کے کچھ اصول و قواعد کو کتابی شکل دے کر اس پر لکھ دیا کہ آصف بن برخیاؓ نے حضرت سلیمانؑ کو یہ وضائف فراہم کئے تھے اس میں ہر کام کے لئے جادوی عمل لکھا ہوا تھا کہ جو شخص یہ کام کرنا چاہے وہ یوں کریں جو شخص فلاں کام چاہتا ہو وہ یہ عمل کریں۔

اس طرح ہر کام کے لئے جادوئی وضائف الگ الگ لکھ کر اس کتاب کو انہوں نے حضرت سلیمانؑ کے تخت کے نیچے دفن کیا بعد میں موقعہ ملتے ہی اسے نکال کر لوگوں کو یہ باور کرایا کہ نعوذ باللہ سلیمان جادو کرتے تھے۔[59]

اس آیت کی تفسیر میں بعض دیگر مفسرین نے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے شیطانوں کی کتابوں کو چھین کر انہیں کرسی کے نیچے دفن کر دیا تھا آپ کی وصال کے بعد شیطانوں نے اسے دوبارہ نکال دیا اور کہنے لگے کہ یہ اللہ کی کتاب ہے جسے سلیمانؑ نے ہم سے چھپا کر رکھا تھا یوں اس کی ترویج شروع کر دی[60]۔

---

57 کلام مقدس، عہد نامہ قدیم، سلاطین 1، باب 11:4۔

58 کلام مقدس، عہد نامہ قدیم، سلاطین 1، باب 11:6۔

59 نجفی، علامہ محمد حسین ، فیضان الرحمٰن فی تفسیرالقرآن ،ج۱ ص ۲۷۵۔

السیوطی، امام جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر ، تفسیر در منثور ، (،پیر محمد کر م شاہ الازہری)ضیاء القرآن پبلیشر کراچی پاکستان،2006ء،ج۱ ص ۲۵۹۔

اس آیت کی تلاوت سے دل میں یہ خیال ضرور گزرتا ہے کہ حضرت سلیمانؑ جو کہ بزرگ انبیاءؑ میں سے ہیں ان کی عدم کفر کی شہادت دینے کی ضرورت کیونکر پیش آئی چنانچہ قرآن مجید کی ہر بات حکمت اور علت رکھتی ہے یہاں پر بھی یہود و نصاری کے حضرت سلیمانؑ پر لگائے گئے کفر و شرک اور جادوگری کے الزامات کے جواب میں قرآن نے حضرت سلیمانؑ کی عصمت اور شیطانی چالوں کو واضح کرتے ہوئے ان کی نظریات کی تردید کر دی کہ حضرت سیلمان نبیؑ تھے اور ان کی سلطنت و حکومت اللہ کی عطیہ تھی اور اللہ کا خاص کرم کی وجہ سے وہ معجزاتی طور پر ہواؤں تک پر حکمرانی کرتے تھے۔

2۔ صِبغَةَ اللَّهِ ۖ وَمَن أَحسَنُ مِنَ اللَّهِ صِبغَةً ۖ وَنَحنُ لَهُ عابِدونَ[61]

ہم نے اللہ کا رنگ اختیار کیا ہے اور اللہ کے رنگ سے بہتر کس کا رنگ ہے اور ہم اس کے عبادت گزار ہیں۔

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے مفسر نے یہودیوں اور عیسائیوں میں رائج غسل تعمید کا تذکرہ کیا ہے۔

غسل تعمید یا بپتسما پہلے یہودیوں میں رائج تھا بعد میں یہ عیسائیت کا بھی حصہ بنا۔ ان کا عقیدہ ہے کہ اس غسل سے انسان کے گناہ دہل جاتے ہیں اور اس پر دین کا رنگ چڑھ جاتا ہے اور یوں وہ مذہب میں پکا ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کا اس عقیدہ اور اس غسل کی اہمیت کو یکسر ختم کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم نے اسلام کا رنگ یعنی اللہ کے رنگ کو اختیار کیا ہے ہمیں اس بپتسما کی طرح کا کچا رنگ کی ضرورت نہیں ہے جو پانی سے دہل جائے اللہ کا رنگ دین فطرت ہے جو ظاہری اور باطنی کثافت سے انسان کو پاک کرتی ہے[62]۔

61: القرآن2 : 138۔

62 نجفی، علامہ محمد حسین ، فیضان الرحمٰن فی تفسیرالقرآن ،ج ۱ص ۳۱۵

بپتسما غسل نومولود بچوں کو اور ہر اس شخص کو دیا جاتا ہے جو انکا مذہب اختیار کرتا ہے چنانچہ عہد جدید میں یوں آیا ہے کہ:

"جو ایمان لائے اور بپتسمہ لے نجات پائے گا"[63]

یہ یہود و نصاریٰ کے مذہبی مراسم میں سے ایک رسم شمار ہوتا ہے اس خوساختہ عمل کو وہ خدائی رنگ کہا کرتے ہیں۔ قرآن نے سختی سے تردید کر دیا اور خدائی رنگ ایمان باللہ اور اس کی عبادت کو قرار دیا۔

3- لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ[64]۔
یقیناوہ لوگ بھی کافر ہو گئے جنہوں نے کہا کہ اللہ تین میں سے تیسرا ہے۔

آیت کی تفسیر میں مفسر لکھتے ہیں کہ یہاں پر عیسائیوں کا عقیدہ جو کہ اقانیم ثلاثہ یعنی باپ خدا بیٹا بھی خدا اور روح القدس بھی خدا ہیں اور یہ تینوں مل کر ایک خدا شمار ہوتے ہیں کہ یہ تینوں ایک ہیں اور ایک تین ہے والا نظریہ کی اللہ تعالیٰ تردید فرمارہا ہے اقانیم ثلاثہ کا معاملہ انسانی سمجھ سے باہر ہے کیونکہ یہ لوگ ایک ہی وقت میں تین خداوں کو مانتے ہیں اور انہیں ایک بھی شمار کرتے ہیں خود ان کے مذہب میں بھی اس پر زیادہ بحث کرنے کی اجازت نہیں ہے[65]۔

مسیحیوں کے عقیدے کے مطابق اقانیم ثلاثہ، یعنی تین اصول باپ، بیٹا اور روح القدس منفرد ا اور اتحادا ہر دو صورتوں میں خدا ہیں۔ چنانچہ عہد عتیق میں یوں آیا ہے کہ:

---

63 کلام مقدس، عہد نامہ جدید، مرقس 16:16۔

64: القرآن، 5 : 73

65 نجفی، علامہ محمد حسین ، فیضان الرحمٰن فی تفسیرالقرآن ،ج2 ص 544۔

"اور میرے سوا کوئی خدا نہیں"[66]

حضرت عیسیٰؑ کے خدا ہونے کا عقیدہ بھی رکھتے ہیں چنانچہ انجیل میں ہے کہ:

"پس جس طرح تم نے مسیح یسوع خداوند کو قبول کیا اسی طرح اس میں چلتے رہو"[67]

یوں ان کے مطابق وہ "اللہ وحدہ لاشریک لہ "حضرت عیسیٰؑ نبی اللہ، اور روح القدس کو ملا کر ایک خدا فرض کرتے ہیں، اور ان تینوں کو الگ الگ سے بھی خدا مانتے ہیں، اگر ان سے اس عقیدے کے بارے میں پوچھا جائے تو کبھی ان تینوں کو انڈے سے تشبیہ دیتے ہیں کہ جس طرح انڈے میں اوپر خول ہوتا ہے اس کے نیچے ایک ہلکا سا پردہ ہوتا ہے پھر اس کے اندر انڈا ہوتا ہے اس مجموعہ کو انڈا بولا جاتا ہے بلکل ویسے ہی ان تینوں ہستیوں کا وجود مل کر ایک خدا بنتا ہے ،(نعوذ باللہ) اس طرح کے علیل تاویلات سے اپنے عقیدے کی حقانیت چاہتے ہیں در حالنکہ انڈہ میں اصل اور مقصود بالذات کھایا جانے والا مادہ ہے باقی اس کے حصے پر انڈہ بالملازمہ مجازا صدق آتا ہے۔

شان نزول میں اسرائیلیات کا بیان

قرآن مجید کی آیات اور سور کا نزول مختلف واقعات و مناسبات سے ہوا ہے ایسے میں شان نزول کا علم سے قرآن فہمی میں کافی مدد ملتی ہے۔ بعض آیات کا نزول یہود و نصاری کے پوچھے گئے سوالات اور ان کی تنقیص میں ہوا ہے چنانچہ مفسر نے قرآن کی آیات کی شان نزول میں اسرائیلیات کو بیان کیا ہے:

1: وَلَن تَرضىٰ عَنكَ اليَهودُ وَلَا النَّصارىٰ حَتّىٰ تَتَّبِعَ مِلَّتَهُم[68] ۔

---

66 کلام مقدس، عہد نامہ قدیم، ایسعیاہ، 44:6۔

67 کلام مقدس، عہد نامہ قدیم، کُلسّیوں 2:6۔

یہود و نصاری اس وقت تک آپ سے راضی نہیں ہوں گے جب تک آپ ان کے دین کا پیرو نہ ہو۔ یہودی رسول خداؐ سے آکر کہتے تھے کہ اگر آپ ہمارے ساتھ نرم روی اور ہمدردی کا مظاہرہ کرے تو ہم اسلام لائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کا باطن کو جانتا تھالہذا آپؐ کو باخبر کر دیا کہ یہ ان کی چال بازی ہے حقیقت یہ ہے کہ آپؐ جب تک ان کے دین کی پیروی نہیں کریں گے تب تک یہ لوگ آپ کی پیروی نہیں کریں گے۔[69]

قرآن کے طے شدہ اصول میں سے ایک یہ ہے کہ یہود و نصاری کبھی بھی مسلمانوں سے خوش نہیں ہوں گے یہاں تک کہ ان کی دین کی اتباع نہ کیا جائے جس طرح عہد رسولؐ میں یہ لوگ مسلمانوں کے ساتھ ہونے کا دیکھاوا کرتے تھے آج بھی یہی طریقہ اپنائے ہوئے ہیں کہ بظاہر عالم اسلام کے ساتھ ہونے کا ڈھونگ رچا کر نقصان اور قتل وغارت گری کا بازار گرم کرر کھا ہے۔

2: ا أَلَم تَرَ إِلَى الَّذينَ أوتوا نَصيبًا مِنَ الكِتابِ يُدعَونَ إِلىٰ كِتابِ اللَّهِ لِيَحكُمَ بَينَهُم ثُمَّ يَتَوَلّىٰ فَريقٌ مِنهُم وَهُم مُعرِضونَ[70]

کیا تم نے ان کو نہیں دیکھا جن کو کتاب سے تھوڑا حصہ ملا ہے جب انہیں کتاب خدا کی طرف بلایا جاتا ہے تا کہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے اس پر ان کا ایک گروہ پیٹ پھیر لیتا ہے، درحالانکہ وہ روگردانی کرنے والے ہوتے ہیں۔

اس کی تفسیر میں مفسر لکھتے ہیں کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی کہ خیبر کے بعض مال دار یہودی مردوں اور عورتوں نے زنا کیا مگر احبار یہود نے ان کی ثروت مندی کی وجہ سے انہیں سنگسار کرنے میں پس و پیش کی، جبکہ تورات کی رو

68القرآن،2 : 120۔

69 نجفی، علامہ محمد حسین ، فیضان الرحمٰن فی تفسیرالقرآن ، ص ۲۹۵۔

70: القرآن،3 : 23

سے زنا کا سزا سنگسار ہے اور انہوں نے یہ مسئلہ رسول خداؐ کے سامنے یہ سوچ کر پیش کیا کہ شاید اسلام میں کوئی رخصت ہو۔ لیکن آپؐ نے بھی ان کو سنگسار کرنے کا حکم دے دیا انہوں نے اعتراض کیا جس پر آپؐ نے فرمایا کہ یہ حکم تورات میں بھی موجود ہے۔ انہوں نے ثبوت کی صورت میں حامی بھر لی چنانچہ ان کے بڑے عالم ابن صوریا کو بلایا گیا اس نے بھی حق چھپانے کی کوشش کی مگر عین وقت پر عبد اللہ ابن سلامؓ نے مداخلت کرتے ہوئے یہ بات تورات سے ثابت کیا کہ شادی شدہ مرد وزن زنا کریں تو اس کی حد سنگسار ہے۔ چنانچہ یہ حکم آج بھی تورات میں تحریف کے باوجود موجود ہے کہ:

"اگر کوئی مرد کسی شوہر والی عورت سے زنا کرتے پکڑا جائے، تو وہ دونوں مار ڈالے جائیں"[71]

یوں رسول اللہ کے حکم کے مطابق جب ان کو سزا ملی تو یہودی بگڑ گئے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔[72]

اس واقعہ سے جہاں قرآن کا من جانب اللہ ہونے کا یقین ہوتا ہے وہیں ہر قوم وملت کے علماء سوء اور مصلحت پسندوں کے لئے بھی درس عبرت ہے جو قوانین واحکام الہی کے نفاذ میں لوگوں کو یکساں نظر سے دیکھنے کے بجائے خواص اور عوام میں فرق کرتے ہیں اور بقول کسی مفکر کے "قانون مکڑے کا جال ہے جس سے بڑے جانور پھلانگ کر جاتے ہیں اور چھوٹے جانور پھنس جاتے ہیں "ایسے پھلانگنے والوں کی مدد کرنے والے بھی ان کے جرم میں برابر کے شریک ہیں۔

3: يا أَيُّهَا الَّذينَ آمَنوا لا تَقولوا راعِنا وَقولُوا انظُرنا وَاسمَعوا[73]۔

---

71 کلام مقدس، عہد نامہ عتیق، استثنا 22:22۔

72 نجفی، علامہ محمد حسین ، فیضان الرحمٰن فی تفسیرالقرآن ،ج۱ ص ۵۹۶۔

73 القرآن، 104:2

اے ایمان والو پیغمبر سے راعنانہ کہا کرو بلکہ انظرنا کہا کرو (توجہ سے ان کی بات) سنا کرو۔

مفسر اس آیت کی عصر رسول اللہؐ کے یہودیوں کا عملی کردار سے تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جب بھی رسول خداؐ کچھ ارشاد فرماتے تو جن صحابہ کو بات سمجھ نہ آئیں وہ کہتے تھے راعنا اے رسول خداؐ ہماری رعایت فرمائیں یعنی دوبارہ ارشاد فرمائیں۔

یہ لفظ ذو معنی ہونے کی وجہ سے یہودی اور منافقین اس سے دوسرا معنی مراد لیتے تھے جو کہ عبرانی زبان میں دشنام کے تھے جیسے، احمق، شیخی باز، اور شریر لہذا قرآن نے اس لفظ کو ادا کرنے سے روکتے ہوئے صحابہ کو انظرنا یعنی ہماری حال پر توجہ فرمائیں کہنے کا حکم دیا[74]۔

یہود جو ہر وقت اسلام اور خاتمی مرتبتؐ کے مذاق اڑانے پر تلے ہوتے تھے وہ اصحاب کرام کے محبت بھرا جملے کو طنز کرنے لگے جس پر قرآن نے ان کے اس فعل کی وجہ سے اس جملے کو ترک کرنے کا حکم دیا، چنانچہ آج بھی حسب عادت یہ آپؐ اور اسلام کے سنہرے اصولوں سے کیڑے نکالنے کی بے سود کوشش وقتاً فوقتاً کرتے رہتے ہیں۔

اسرائیلیات کی جدید تحقیقات کی تائید قرآن سے

دور حاضر میں آثار قدیمہ اور بہت سی دیگر زرائع کو استعمال کرتے ہوئے قدیم تاریخ اور علم کا کھوج لگایا جاتا ہے جس سے کئی بار قدیم تاریخ اور واقعات ایک نیا رخ اختیار کر لیتے ہیں ایسے میں ان کی قدر و قیمت بھی علمی دنیا میں غیر معمولی اہمیت کی حامل ہو جاتی ہے۔ مفسر نے اسرائیلیات کے زریعے سے تفسیر القرآن کرتے ہوئے جدید اسرائلی

74 نجفی، علامہ محمد حسین ، فیضان الرحمٰن فی تفسیرالقرآن ،ج1،ص280۔

تحقیقات کی وثاقت وعدم وثاقت کو قرآن کے تناظر میں جانچنے کی کوشش کی ہے۔ بطور مثال چند ایک کو یہاں پیش کرتے ہیں۔

1: وَإِذِ استَسقىٰ موسىٰ لِقَومِهِ فَقُلنَا اضرِب بِعَصاكَ الحَجَرَ ۖ فَانفَجَرَت مِنهُ اثنَتا عَشرَةَ عَينًا ۖ قَد عَلِمَ كُلُّ أُناسٍ مَشرَبَهُم ۖ كُلوا وَاشرَبوا مِن رِزقِ اللَّهِ وَلا تَعثَوا فِي الأَرضِ مُفسِدينَ[75]۔

اور (وہ وقت یاد کرو) جب موسیٰ نے اپنی قوم کے لئے اللہ سے پانی مانگا۔ ہم نے کہا اپنا عصا زمین پر مارو جس کے نتیجے میں بارہ چشمے پھوٹ نکلے۔ اس طرح ہر گروہ نے اپنا اپنا گھاٹ معلوم کر لیا۔ (ہم نے کہا) خدا کے دیئے ہوئے رزق سے کھاؤ پیو زمین میں فساد پھیلاتے مت پھرو۔

اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ بنی اسرائیل جس وادی میں سرگرداں تھے وہاں پانی دستیاب نہیں تھا۔ جب انہیں پیاس لگی تو حضرت موسیٰؑ سے پانی مانگا حضرت نے اللہ کی بارگاہ میں عرض کیا انہیں پتھر پر عصا مارنے کا حکم ہوا اور اس پتھر سے بارہ چشمے پھوٹ پڑے جس سے سرگردانی کے اس عرصے میں ہر قبیلہ پانی پیتا رہا اور یہ چٹان آج بھی وادی سینا میں موجود ہے انیسویں صدی کے درمیان میں پادری ڈین اسٹینلے نے بائبل کے مقامات مقدسہ کی جغرافیائی تحقیق کے لئے فلسطین کی سیاحت کی اور اس نے مشاہدات و تحقیقات کو siniperstine کے عنوان سے شائع کیا۔ انہوں نے اس تحقیقاتی دورے میں اس چٹان کا بھی مشاہدہ کیا وہ اس حوالے سے لکھتے ہیں کہ یہ چٹان بیس سے پندرہ فٹ بلند ہیں آگے سے زرا خمیدہ ہے یہ راس سفسفہ کے قریب لیجا کی وسیع و عریض وادی میں موجود ہے اس میں جابجا شگاف اور دراڑ پڑے ہوئے ہیں۔ اس تحقیق کو بیان کرنے کے بعد اس کی تایید قرآن سے کرتے ہوئے مفسر لکھتے ہیں کہ سب سے پہلے بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں کے لئے بارہ چشموں کا ذکر قرآن مجید نے کیا ہے اور یہ شگاف وہیں ہر قبیلے کا چشمہ

75: القرآن، 60:2

کے الگ ہونے کی جانب اشارہ ہے۔ حضرت یعقوبؑ کے بارہ بیٹے تھے ہر ایک کی اولاد کا ایک قبیلہ تھا ان سب کے انتظامی معاملات جداگانہ تھے یہاں تک کہ ان سب کے حکمران بھی الگ الگ تھے اسی لئے بارہ چشمے پھوٹے تھے[76]۔

حضرت یعقوب کے بارہ بیوٹوں کے بارہ قبائل کے ہونے، وادی تیہ میں بنی اسرائیل کی نافرمانیوں کی وجہ سے بھٹکنا اور اللہ کا ان کے لئے پانی کا سبیل کرنا شک وشبہ سے خالی ہے مگر مذکورہ پتھر کو بالیقین ہم وہیں قرار نہیں دے سکتے ہیں جس سے اسباط بنی اسرائیل کے لئے چشمے پھوٹے تھے، کیونکہ بعض کا یہ بھی کہنا ہے کہ وہ اس پتھر کو اٹھا کر ساتھ لے جاتے تھے مگر مذکورہ چٹان کو اٹھا کر صحرا میں ساتھ لے جانا کوئی آسان بات نہیں لہذا اس کو ایک تفسری قول قرار دیا جاسکتا ہے۔

2: فَوَيلٌ لِلَّذينَ يَكتُبونَ الكِتابَ بِأَيديهِم ثُمَّ يَقولونَ هٰذا مِن عِندِ اللَّهِ لِيَشتَروا بِهِ ثَمَنًا قَليلً[77]۔
سو خرابی وبربادی ہے ان لوگوں کے لئے جو اپنے ہاتوں سے (جعلی) کتاب تحریر کرتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے آئی ہے تاکہ اس کے عوض تھوڑی سے دنیاوی قیمت حاصل کریں۔

تفسیر میں لکھتے ہیں کہ قرآن مجید نے آج سے چودہ سو سال قبل بائبل کو منحرف اور نا قابل اعتماد قرار دیا تھا مگر اس وقت کے یہودی علماء نہیں مانتے تھے آج کے دور میں یہ مسئلہ مسلم ہو چکا اور کوئی اختلافی مسئلہ نہیں رہا دوست اور دشمن سب مانتے ہیں کہ توریت تنزیلی لفظی نہیں ہے بلکہ زیادہ سے زیادہ خدا رسید انسانوں کی تصنیف مانی جاتی ہے اور اس مناسبت سے اس کا نسبت اللہ کی جانب مجازا دیتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آج کے دور میں بائبل کی تنقید ایک

76 نجفی، علامہ محمد حسین ، فیضان الرحمٰن فی تفسیرالقرآن ،ج ۱ ص ۲۳۲۔

77: القرآن2: :79۔

مکمل فن کی صورت اختیار کر چکی ہے جرمن فرنچ انگریزی وغیرہ میں ہزاروں تنقیدی کتابیں لکھی جاچکی ہے اور شہرت اس قدر ہے کہ بائبل کا ہر موضوع پر تنقید ایک مستقل فن بن چکا ہے[78]۔

بائبل جس میں تورات و انجیل دونوں شامل ہیں اور یہ کئی صحف و رسالات کا مجموعہ ہے ان کا انبیاء الٰہی پر ہونے والی وحی نہ ہونے اور محرف ہونے کا قرآن نے شروع دن سے بیاگ دہل اعلان کیا تھا لیکن اوائل میں ان کے پیروکار اسے ماننے سے انکار کرتے رہے مرور ذمن اور علم کی موشگفیوں کے باعث آج وہ خود قرآن کی اس بات کی تائید و تصدیق کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

3۔ وَمِنَ الَّذينَ قالوا إِنّا نَصارىٰ أَخَذنا ميثاقَهُم فَنَسوا حَظًّا مِمّا ذُكِّروا بِهِ فَأَغرَينا بَينَهُمُ العَداوَةَ وَالبَغضاءَ إِلىٰ يَومِ القِيامَةِ ۔[79]

اور جو لوگ کہتے ہیں ہم نصرانی ہیں ان سے بھی پختہ عہد لیا تھا سو جو کچھ انہیں نصیحت کی گئی تھی جب وہ اس کا بڑا حصہ بلا بیٹھے تو ہم نے قیامت تک ان کے درمیان بعض عناد ڈال دیا۔

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے مفسر لکھتے ہیں کہ اس عہد سے مراد رسول خداؐ پر ایمان لے آنے کا وعدہ ہے انجیل میں حضرت محمدؐ کی آمد کی بشارت دیتے ہوئے ان پر ایمان لانے کی تاکید کی گئی تھی مگر وہ اپنے عہد و پیمان سے ہٹ گئے اور خالص توحید کو چھوڑ کر تثلیث کا عقیدہ اختیار کر لیا۔[80]

ان کے عہد شکنی کی وجہ سے دین عیسیٰؑ جو کہ خالص تھا اس میں بہت سے فرقے وجود میں آگئے[81]۔

1۔ سطوریہ۔ جو حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں۔

2۔ یعقوبیہ جو کہ حضرت عیسیٰ کو خدا کے متحد مانتے ہیں۔

---

78 نجفی، علامہ محمد حسین ، فیضان الرحمٰن فی تفسیرالقرآن ،ج ۱ ص ۲۵۰۔

79القرآن،5 : 14

80 نجفی، علامہ محمد حسین ، فیضان الرحمٰن فی تفسیرالقرآن ،ج2ص 456

81 81 نجفی، علامہ محمد حسین ، فیضان الرحمٰن فی تفسیرالقرآن ،ج2 ص457

3۔ملکایہہ۔جو کہ حضرت عیسیٰ کو تین خداوں میں سے ایک قرار دیتے ہیں۔
موجودہ دور میں ان کے بڑے مسالک کا تھولک، آرتھوڈوکس اور پروٹسٹن ہیں، ان میں سب سے قدیمی کیتھولک ہے اور دوسرے نمبر پہ آتھوڈوکس آتا ہے جبکہ پروٹسٹن جدید مسلک شمار ہوتا ہے، بالملاذمہ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ آج کے مسلمانوں کی حالت بھی یہود و نصاری سے کچھ کم نہیں ہے۔

خلاصۃ البحث

مقالہ ھذا کا خلاصہ کچھ یوں ہے:

1: ابتداء میں تفسیر و مفسر کا مختصر مگر جامع تعارف پیش کیا ہے۔

2: اسرائیلیات کا مفہوم اور قرآن مجید کی تفسیر میں اسرائیلیات کا مقام و مرتبہ اور ان کی حیثیت۔

3: قرآن مجید سے اسرائیلیات کی تصدیق، قرآن مجید توارت و انجیل کی تصدیق کرنے والی کتاب ہے اس میں بہت سی باتیں جو ان صحف آسمانی میں موجود تھی کو اللہ نے بیان فرمایا ہے تاہم شومی قسمت کہ تورات و انجیل میں تحریف ہونے کی وجہ سے قرآن مجید اور ان کے مشترکہ آیات آج ہم تک نہیں پہنچ سکے۔ باوجود اس کے بھی بہت سی آیات واحکام اب بھی مشترک ہیں بعض کو تفسیر ھذا میں مفسر نے آیات قرآن کی تفسیر میں بیان کیئے ہیں۔

4: قرآن مجید سے اسرائیلیات کا رد؛ قرآن مجید نے جہاں بہت سی اسرائیلیات کی تصدیق فرمایا ہے بلکل ویسے ہی تردید بھی فرمایا ہے، اس کے بہت سے وجوہات ہوسکتے ہیں، جیسے کہ تورات و انجیل میں تحریف اور عقائد میں انحراف اور بہت سے خود ساختہ واقعات کو دینی رنگ میں ڈال کر اسے مسلمات بنانا وغیرہ۔ چنانچہ اسرئیلیات کے بیان میں مفسر کا ایک منہج یہ ہے کہ وہ قرآن کی آیات سے ان کی تردید کرتے ہیں۔

5: شان نزول میں اسرائیلیات کا بیان قرآن مجید کی آیات اور سور کا نزول مختلف واقعات ومناسبات سے ہوا ہے ایسے میں شان نزول کا علم سے قرآن فہمی میں کافی مدد ملتی ہے۔ بعض آیات کا نزول یہود ونصاری کے پوچھے گئے سوالات اور ان کی تنقیص میں ہوا ہے چنانچہ مفسر نے قرآن کی آیات کی شان نزول میں اسرائیلیات کو بیان کیا ہے۔

اسرائیلیات کی جدید تحقیقات کی تائید قرآن سے؛ دور حاضر میں آثار قدیمہ اور بہت سی دیگر زرائع کو استعمال کرتے ہوئے قدیم تاریخ اور علم کا کھوج لگایا جاتا ہے جس سے کئی بار قدیم تاریخ اور واقعات ایک نیا رخ اختیار کر لیتے ہیں ایسے میں ان کی قدر وقیمت بھی علمی دنیا میں غیر معمولی اہمیت کی حامل ہو جاتی ہے۔ مفسر نے اسرائیلیات کے زریعے سے تفسیر القرآن کرتے ہوئے جدید اسرائیلی تحقیقات کی وثاقت وعدم وثاقت کو قرآن کے تناظر میں جانچنے کی کوشش کی ہے۔ بطور مثال چند ایک کو یہاں پیش کرتے ہیں۔